Arabsat کے سیٹلائٹ کی سہولت سے دوسرے عرب ملکوں تک ٹیلیویژن کے ذریعے رسائی حاصل کرسکیں۔

سیٹلائیٹ ٹیلیویژن کے کئی چینل سعودی عرب شہریوں کی دسترس میں ہیں۔ ملک کے مشرقی حصے میں ہانگ کانگ کے سٹار ٹی وی کے پانچ چینل دستیاب ہیں۔ ان میں سے ایک میوزک چینل ہے جبکہ ایک اور پر بی بی سی ورلڈسروس ٹیلیویژن نیوز سنی جاسکتی ہیں۔ دیگر سٹیشنوں میں سی این این انٹرنیشنل اور عرب حکومتوں کے متعدد پروگرام مصر' کویت اور دبئی کے اسٹیشنوں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ تاہم ۱۹۹۰ء کی دہائی میں مڈل ایسٹ براڈکاسٹنگ کا براہ راست پروگرام اشتہارات یا فیس کی مدد سے چلنا شروع ہوا اور یہ سسٹم سعودی عرب شاہی خاندان کے افراد کی ملکیت ہے۔ اس کا مرکز لندن ہے اور اس نے ۱۸ ستمبر ۱۹۹۱ء کو اپنی نشریات کا آغاز کیا۔ اس کی روزانہ کی نشریات بلاتوقف ۱۲ گھنٹے تفریح اور خبروں کے پروگرام پیش کرتی ہیں۔ عرب ریڈیو اور ٹیلیویژن (اے آر ٹی) جو جدہ اور قاہرہ سے اپنی نشریات نشر کرتا ہے' سعودی سرمایہ کار صالح کامل کی ملکیت ہے اور اس کے چار چینلز سے فلم' میوزک' سپورٹس اور بچوں کے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ تازہ ترین براہ راست براڈ کاسٹنگ سیٹلائٹ وہ خلائی کمیونی کیشن ہے جس نے مئی ۱۹۹۴ء میں اپنی سروس کا آغاز کیا اس کا ہیڈ کوارٹر روم میں ہے' اور عربی انگریزی میں ۱۷ چینلز ایسے تمام افراد کو فراہم کرتا ہے جو پچیس سو ڈالر کی ڈش خرید سکیں اور ماہانہ فیس ادا کرسکیں۔

براہ راست براڈکاسٹنگ پروگراموں کے بارے میں سعودی باشندوں کی کئی آرا اور خدشات ہیں۔ زیر نظر سروے میں مختلف افراد کے رد عمل کو تین کیٹگریز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے گروپ کا نقطۂ نظر ہے کہ براہ راست براڈ کاسٹنگ سیٹلائیٹ سعودی معیشت بالخصوص سعودی براڈکاسٹنگ کے لئے معاشی خطرہ ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں یہ بات شدت سے ظاہر کی گئی ہے کہ ڈی بی ایس اسلامی ثقافت کے لئے سخت خطرہ ہے۔ پہلی قسم کے ردعمل کی بنیاد سیکولر' معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی تشویش پر مبنی ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کی تشویش مذہبی اور ثقافتی فکر مندی کی حامل ہے۔ تیسرے گروہ کی نظر میں ڈی بی این سے کوئی سنگین خطرہ لاحق نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خیال میں اس سے بین الاقوامی روابطہ کار اور افہام و تفہیم میں اضافہ ہو گا۔ ان کے خیال میں اس سے دنیا ایک چھوٹے عالمی گاؤں میں تبدیل ہو جائے گی۔

سروے میں شامل تینوں گروپوں کے افراد کی ایک تقسیم کے مطابق پہلے گروپ کے افراد میانہ روتحفظ پسند ہیں دوسرے گروہ کے افراد بہت زیادہ تحفظ پسند ہیں جبکہ تیسرے دھڑے کے لوگ محتاط' قبول کرنے والے ہیں یا ڈھلنے والے ہیں۔ گروپ نمبر ایک اور دو کے لوگ غیرملکی

بالخصوص مغربی اثرو نفوذ کو مسترد کرتے ہیں۔ ڈی بی ایس کو ایک طاقتور غیر ملکی ثقافتی قوت خیال کرتے ہیں۔ انہیں خدشہ ہے کہ اس سے سعودی عرب کی بنیادی قدریں تباہ اور تبدیل ہو سکتی ہیں۔ تیسرے گروپ کی رائے میں اگر سعودی عرب کو جدید ریاست بنانا ہے اور اسے عالمی برادری میں ایک باوقار مقام دلانا مقصود ہے، تو بین الاقوامی ٹیلیویژن پروگرام ان متعدد ذرائع میں سے ایک موثر ذریعہ ہیں جن سے اس مقصد کے حصول میں مدد مل سکتی ہے۔

Safran S. Al-Makaty, Douglas A. Boyd, G. Norman Van Tubergen, Journal of South Asian and Middle Eastern Studies, Summer 1997, PP. 50-64

☆☆☆☆

شام

شام کی خارجہ پالیسی اور لبنان(14)

شام نے لبنان میں اسرائیل کے مقاصد کو جس طرح سے ناکام بنایا، زیر نظر جائزے میں اسی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تجزیئے کے مطابق شام کی کامیابی کی وجہ اس کی یہ صلاحیت ہے کہ وہ لبنانی حکومت اور مزاحمتی تحریک حزب اللہ کے درمیان سنگین اختلافات کو حل نہ کراسکنے کے باوجود ان کے تنازعے کو اپنی دسترس میں رکھنے کی گنجائش رکھتا ہے۔ چنانچہ اسرائیلی اشتعال انگیزیوں کے نتیجے میں تنازعہ قومی سطح پر نہیں پھیل پاتا۔

یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ یہ جماعتوں کی غیر تحریری قواعد کے ساتھ سختی کے ساتھ وابستگی ہے جو اسرائیل کی طرف سے قوت کے استعمال کو ناکام بنانے میں ان کے رویے پر حاوی رہتی ہے اور آئندہ بھی حاوی رہے گی۔ جائزے میں اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ رواں حالات میں اسرائیل کی طرف سے لبنان میں اپنی مشکلات کے حل کے لئے مختلف امکانات کی تلاش کی کوششیں کیوں ناکام رہیں گی۔ جائزہ نگار کے خیال میں امریکہ کو چاہئے کہ وہ فریقین کو مذاکرت کی میز پر بٹھانے کا جلد اہتمام کرے۔

Judith Harik, Studies in Conflict and Terrorisim, July - September 1997, PP. 249-265

(حصہ دوم کے تمام مضامین کی تلخیص : سجاول خان رانجھا)